© rasailojaraid.com

پاکستان میں بین الاقوامی سیرت کانفرنس

اور

میرے مشاہدات و تاثرات

(۲)

سعید احمد اکبر آبادی

خواجہ صاحب کے جانے کے بعد میں غسل اور ناشتہ کرکے بیٹھا ہی تھا کہ ہمدرد کے منتظمین میں سے ایک صاحب لاہور کے تازہ پھلوں کی ایک بڑی پلیٹ لے آتے اور اس کے بعد ایک اور صاحب آتے اور رجسٹریشن کے بغیر ہی میرے نام کا تھیلہ کمرہ پر پہنچا گئے، یہ تھیلہ پالش کئے ہوئے اعلیٰ قسم کے سیاہ چمڑے کا تھا، اسے کھول کر دیکھا تو حیرت میں رہ گیا۔ کانفرنس سے متعلق ہر قسم کی معلومات کا پورا لٹریچر، دعوت نامے، پروگرام، اسٹیشنری کا پورا سامان یہاں تک کہ گوند دانی، چھوٹی بڑی پنیں، اور پھر ایک کیس میں بند پلاسٹک کی خوبصورت جانماز، اُس کے ساتھ تسبیح اور ٹوپی بھی، یہ معمولی اور چھوٹی باتیں ہیں لیکن حسنِ انتظام اور خوش سلیقگی کا اندازہ انھیں چیزوں سے ہوتا ہے، کہتے ہیں فرانس میں تو لوگ ایک آدمی کے کلچر کا اندازہ اس سے کرتے ہیں کہ وہ روزانہ کتنا صابون استعمال کرتا ہے۔

لیجئے اب ہندوبین اسلام آباد سے اُڑ کر لاہور پہنچنے والے ہیں اس ہوٹل کے حصۂ زیرین

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں ایک ہماہمی اور سرگرمی پیدا ہو گئی، آپ شروع سے اس کی روداد سنئے،

شریک ممالک | اس کانفرنس میں ۴۳ ملکوں کے نمائندوں نے شرکت کی، کانفرنس کی طرف سے شائع شدہ تعارف نامہ کی ترتیب کے مطابق اُن کے نام یہ ہیں :- افغانستان، الجزائر، آسٹریا، بحرین، بنگلہ دیش، بلجیم، کناڈا، جزائر کومرو، سائپرس، مصر، فن لینڈ، فرانس، گھانا، انڈیا، انڈونیشیا، ایران، جاپان، اُردن، کینیا، کویت، لبنان، لیبیا، ملیشیا، موریتانیا، ماریشس، مراکو، مسقط، ہیڈرلینڈ، نائجیریا، فلپائن، سعودی عرب، سنگاپور، سری لنکا، سوڈان، شام، جمہوریہ ٹوگو، ٹرینی ڈاڈ اور ٹوباگو، ٹیونس، ترکی، متحدہ عرب امارات، متحدہ دول برطانیہ و امریکہ، مغربی جرمنی، شمالی یمن، پاکستان۔

بیرونی ممالک کے مندوبین کی تعداد مختلف تھی، کہیں سے دو کہیں سے پانچ چھ، مجموعی طور پر دو سو کے لگ بھگ ہوں گے، ظاہر ہے خود پاکستان کے مندوبین کی تعداد بہت زیادہ ہونی چاہئے تھی، لیکن اُن کو علاقہ وار تقسیم کر دیا گیا تھا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو اسلام آباد میں مندوب ہیں وہ لاہور، پشاور اور کراچی میں نہیں اور جو مثلاً لاہور میں مندوب ہے وہ دوسرے شہروں میں نہیں، ایسا کرنے سے دو فائدے ہوئے، ایک یہ کہ مجمع کم ہو گیا، دوسرے یہ کہ پاکستانیوں کے قیام کا انتظام ہوٹل میں کرنے کی ضرورت نہ ہوتی، ورنہ سخت دشواری پیش آتی، بیرونی ممالک کے مندوبین میں بعض حضرات مع اپنی بیویوں کے آئے تھے، کانفرنس نے دعوت نامہ میں اس کی اجازت دی تھی۔

مندوبین میں امریکہ اور برطانیہ کے مستشرقین اور خواتین کی بھی خاصی تعداد تھی۔

مندوبین آگے پیچھے اِدھر اُدھر سے ۲ / مارچ کی شام تک کراچی پہنچ گئے، شب ہوٹل میں بسر کی اور دوسرے دن دوپہر تک اسلام آباد آ گئے، یہاں شام کو کانفرنس کا افتتاحی جلسہ ہوا۔ اس میں قرآن مجید کی تلاوت کے بعد پہلے مولانا کوثر نیازی وزیر اوقاف و امور مذہبی (مفصل تعارف اور تذکرہ آگے آئے گا) نے تقریر کی، کانفرنس کی اصل زبان عربی و انگریزی تھی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان میں سے کسی ایک میں تقریر یا مقالہ ہوتا تھا تو دوسری زبان میں اُس کا ترجمہ ہو جاتا تھا اور یہ خدمت پوری کانفرنس میں دو صاحبوں نے انجام دی، ایک کویت کے سید یوسف ہاشم الرفاعی اور دوسرے امریکہ کے ڈاکٹر محمد عبدالرؤوف۔ رفاعی صاحب کئی مرتبہ ہندوستان آچکے ہیں اور یہاں کے باخبر لوگوں کے جانے پہچانے ہیں، موخر الذکر اصلاً مصری ہیں اور آج کل واشنگٹن میں اسلامک سینٹر کے ڈائرکٹر ہیں، جامعۂ ازہر سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد فرانس اور انگلینڈ میں تعلیم پائی اس لئے انگریزی اور فرانسیسی دونوں پر تحریر اور تقریر کی قدرت رکھتے ہیں۔

وزیر اعظم مسٹر بھٹو کی افتتاحی تقریر مولانا نے تقریر انگریزی میں کی اُس میں انھوں نے وزیر اعظم کا استقبال کیا اور کانفرنس کی اہمیت، اُس کے اغراض و مقاصد اور اس سلسلہ میں آئندہ جو کام پیش نظر ہیں اُن پر روشنی ڈالی، اس کے بعد مسٹر بھٹو نے حسب معمول ایک طویل تقریر کی اور اُس میں کہا:-

"مقدس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور آپ کی تعلیمات میری گورنمنٹ کی داخلہ اور خارجہ پالیسی، لیبر، تعلیم اور دوسرے بہت سے امور سے متعلق ہماری پالیسی کا سرچشمہ رہی ہیں، پاکستان کی عوامی پارٹی جس کی قیادت کا مجھے شرف حاصل ہے اُس کی رہنما بھی یہی دو چیزیں ہیں، اس بنا پر جو کچھ اچھائیاں ہمارے پاس ہیں، یا جو اچھی چیزیں ہم نے حاصل کی ہیں، خصوصاً ہمارا مساواتِ انسانی اور سماجی عدل و انصاف کا تصور، یہ سب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دین ہے، یہ سیرت کانفرنس جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک اور آپ کی تعلیمات کے ان پہلوؤں پر غور و خوض کرے گی تو اُس کو معلوم ہوگا کہ ماڈرن انسان کے دماغ میں اس موقع پر چند سوالات پیدا ہوتے ہیں، مثلاً یہ کہ اگر مساواتِ انسانی، سماجی انصاف اور اتحاد و اتفاق واقعی اسلام کی تعلیمات ہیں اور حضور ان کا نمونہ تھے تو پھر آج ہمارے ملک کی اکثریت کیوں سماجی ناانصافی، ظلم و تشدد، عدم مساوات، باہمی بغض و عناد، نفرت، استحصال بالجبر اور رنگ و نسل کے امتیاز اور تعصبات کا شکار ہے، تعلیم، فی کس آمدنی اور دوسرے ترقیاتی امور میں ہمارا تناسب دوسری بہت سی قوموں کے مقابلہ میں کیوں کم ہے؟ اس کے معنی یہ ہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ ہم سے کہیں غلطی ہوتی ہے، یا ہم حضور کی سیرت اور آپ کی تعلیمات کو اچھی طرح سمجھ نہیں سکے ہیں، مجھے یقین ہے کہ سیرت کانفرنس کے آئندہ بارہ دنوں میں آپ ان مسائل پر غور کریں گے۔

اس سلسلہ میں میرے نزدیک پہلی چیز جس پر سیرت کانفرنس کو توجہ کرنی چاہئے سیرت کا وہ حصہ ہے جو روایاتی اور افسانوی انداز کا ہے اور جس میں بحیثیت ایک اعلیٰ انسان کے حضور کا کیرکٹر اور کردار غیر اہم ہو کر رہ گیا ہے، اس بنا پر مسلمان علماء اور فضلا کا یہ فرض ہے کہ وہ سیرت سے اخذ کر کے حضور کا پیغام اور عمل جدید انسان کے سامنے بالکل صاف اور واضح شکل میں پیش کریں،

دوسری چیز جو آپ حضرات کی توجہ کی مستحق ہے وہ مغرب کے علمائے اسلامیات سے متعلق ہے، مغرب میں حضور کی تصویر کو جس رنگ میں پیش کیا گیا ہے اس میں نفرت، عناد اور تعصب کی آمیزش ہے، یہ بات بڑی افسوسناک اور تکلیف دہ ہے کہ مغرب کا جدید انسان دنیا اور اُس کے پڑوسی سیاروں کے بارہ میں اس درجہ روشن خیال ہے، لیکن دوسری طرف اسلام اور اُس کے بانی کے متعلق وہ اب بھی قرونِ وسطیٰ کی تنگ نظری اور تاریک دماغی کا شکار ہے، سیرت کانفرنس کا یہ بھی فرض ہونا چاہئے کہ وہ اُن وسائل اور ذرائع پر غور کرے جو مغرب کے ان قدیم العہد تعصبات کو دور کرنے اور سیرت مقدسہ کو اُس کی صحیح شکل و صورت میں پیش کرنے میں کامیاب ہوں، ہمیں حضور کی سیرتِ مقدسہ کو دنیا کے سامنے اس طرح پیش کرنا چاہئے کہ وہ مختلف مذہب و ملت کے لوگوں کے درمیان مفاہمت اور اُن میں باہمی اشتراک و تعاون کی بنیاد بن سکے اور اُس سے عالم میں امن و امان قائم کرنے میں مدد ملے، مجھ کو امید ہے کہ سیرت کانفرنس ان خطوط پر کام کرے گی، میں دعا کرتا ہوں کہ خدا آپ کا حامی اور ناصر ہو، بس ان الفاظ کے ساتھ میں بڑی خوشی سے اس پہلی عالمی سیرت کانفرنس کا افتتاح کرتا ہوں۔

اس تقریر کے بعد وزیر اعظم کے شکریہ کا ایک رزولیوشن جس کو حکیم محمد سعید نے پیش کیا تھا منظور ہوا اور جلسہ ختم ہو گیا، دوسرے دن یعنی ۴ / مارچ کو صبح کے وقت سیرت کانفرنس کا ابتدائی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جلسہ نیشنل اسمبلی، پاکستان کے اسپیکر صاحبزادہ فاروق علی اور ڈاکٹر عبدالرؤوف (امریکہ) کی مشترکہ صدارت میں منعقد ہوا اور مختلف حضرات نے سیرت کانفرنس کی اہمیت اور اُس کے لئے پاکستان گورنمنٹ کی پیش قدمی پر اظہارِ تحسین کیا۔ مقالات کا جلسہ سہ پہر میں ہوا۔ اس کے صدر ترکی کے وزیر امور مذہبی جناب حسن اکسوئے (AKSOY) تھے، اس میں دس مقالات پڑھے گئے، ترکی کے مندوب جناب عصمت بزوہ نے "اسلام اور سوشل جسٹس" پر مقالہ پڑھا اور اس میں کہا کہ اب تلوار کی جنگ کا زمانہ ختم ہوگیا اور افکار و نظریات کی جنگ کا زمانہ ہے، اس میں بھی اسلام کو وہی رول ادا کرنا ہے جو اُس نے تلوار کی جنگ کے دور میں ادا کیا تھا، قبرص کے مفتی ڈاکٹر رفعت مصطفیٰ نے اپنے مقالہ میں ایک حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبرص کو اسلام کا ایک مضبوط قلعہ بنانا چاہتے تھے، چنانچہ ۲۸ھ میں مسلمانوں کا سب سے پہلا بحری بیڑا یہاں پہنچا تھا۔ حضرت ام حرام جن کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ کی طرح عزیز رکھتے تھے اُن کا مزار بھی یہیں ہے، لیکن ترک مسلمانوں کو اس جزیرہ سے بے دخل کرنے کی غرض سے یونانیوں نے وہاں جو قیامت برپا کر رکھی ہے اس کی وجہ سے مسلمانوں کے معابد و مقابر کے ساتھ حضرت ام حرام کے مزار کی بھی بے حرمتی کی گئی ہے، پروفیسر چارلس گڈیس (Geddes) ڈائرکٹر امریکن انسٹیٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز، ڈینور یونیورسٹی نے اپنے مقالہ "اسلام امن وصلح کی ایک طاقت" میں اس حقیقت کا صاف اعتراف کیا کہ اسلام امن کا مذہب ہے اور پیغمبرِ اسلام کی تعلیمات کو لازمی طور پر عالمگیر سمجھنا چاہئے، انھوں نے اس پر اظہار افسوس کیا کہ عیسائیوں اور یہودیوں نے عام طور پر اور خصوصاً مغربی ممالک میں، اسلام اور پیغمبرِ اسلام کو بالکل سمجھا اور جانا ہی نہیں یا اُن کو غلط جانا اور اُن کی غلط تشریح کی ہے۔

پوری کانفرنس میں جو مقالات پڑھے گئے اُن کی تعداد بہت زیادہ تھی، پھر سب مقالات یکساں معیار کے تھے بھی نہیں، بعض بلند پایہ اور غور و فکر اور تحقیق سے لکھے ہوئے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور بعض ایسے کہ گویا عید میلاد النبی کے جلسہ میں وعظ ہو رہا ہے، علاوہ ازیں چوں کہ کانفرنس کی طرف سے کسی کو کوئی معین عنوان نہیں دیا گیا اور ہر مقالہ نگار کو اس کی آزادی تھی کہ وہ جس عنوان پر چاہے مقالہ لکھے اس بنا پر ایک ہی عنوان پر کئی کئی مقالے جمع ہو گئے،

ہمارے فاضل اور عزیز دوست جناب سید صباح الدین عبد الرحمن صاحب نے اپریل کے معارف میں اس کانفرنس کی جو روداد لکھی ہے اس میں انھوں نے ہر مقالہ کے عنوان کے ساتھ مقالہ نگار کا نام بھی لکھ دیا ہے، یہ بڑا طولِ عمل تھا جسے انھوں نے گوارا کر لیا، اس لئے جس کسی کو مقالات اور مقالہ نگاروں کی مکمل فہرست دیکھنی ہو معارف کو دیکھے، میں صرف خاص خاص مقالات کے ذکر اور اُن کے خلاصہ پر اکتفا کروں گا۔ البتہ چوں کہ ایک مورخ کے قلم سے جو چیز نکلتی ہے تاریخ بن جاتی ہے اس لئے یہ تنبیہ کر دینا ضروری ہے کہ سید صاحب نے اپنے سامنے مطبوعہ پروگرام رکھا اور اُس سے یہ فہرست مرتب کر لی، حالانکہ اس پروگرام میں بہت کچھ تغیر تبدل ہوا ہے، اگر وہ پروگرام کے بجائے کانفرنس کی طرف سے جو بلیٹن شائع ہوتے رہے اگر وہ اُن کو پیشِ نظر رکھتے تو یہ غلطی نہ ہوتی، مثلاً پروگرام میں حکیم عبد الحمید صاحب کی صدارت اور مقالہ دونوں موجود ہیں چنانچہ معارف میں بھی اس کا ذکر ہے، لیکن اس تاریخ (۷ مارچ) تک حکیم صاحب لاہور پہنچے ہی نہ تھے، اس لئے نہ صدارت ہوئی اور نہ مقالہ، بہرحال اسلام آباد میں کل دس مقالات پڑھے گئے ہم رکو کانفرنس کا اجلاس اسلام آباد میں ختم ہو گیا۔ شب وہاں گذار کر رکی صبح کو لاہور میں مندوبین لاہور پہنچے، آج جمعہ تھا اس لئے مقالات کا کوئی پروگرام نہیں تھا۔ مندوبین دیر سے پہنچے تھے، پھر اپنے کمروں تک پہنچنے اور کپڑے وغیرہ بدلنے میں دیر ہو گئی اس لئے جلدی جلدی بیچ زہر مار کر کے ایک بجے کے قریب شاہی مسجد کے لئے روانہ ہوئے، یہ مسجد اورنگ زیب عالمگیر کی بنائی ہوئی ہے اور وسعت میں آگرہ اور دلی کی جامع مسجدوں سے بڑی ہے، تقسیم سے پہلے یہ شکستہ حالت میں تھی لیکن اب مرمت کے بعد نئی جیسی ہو گئی ہے، مسجد میں مندوبین کے لئے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امام کے پیچھے کی دو تین صفیں مخصوص تھیں، مسجد میں اُن کے داخلہ کا انتظام بھی مغربی دروازہ سے تھا جہاں پیادہ اور سوار پولس کے اور سکورٹی کے انتظامات بہت بڑے پیمانہ پر تھے، شاہی مسجد کے مستقل امام اور خطیب مولانا عبدالقادر صاحب ہیں، بڑے جوش و خروش اور ہوش وگوش کے عالم اور مقرر ہیں۔ مجھ سے ان کو غائبانہ بڑی محبت اور خلوص کا تعلق تھا، دس کے سفر میں ان سے پہلی ملاقات ہوئی ۱۹۷۴ء میں پاکستان میں جو دوسری اسلامی سربراہ کانفرنس ہوئی تھی تو اُس موقعہ پر بھی جمعہ کی نماز مولانا عبدالقادر صاحب نے پڑھائی تھی، لیکن آج امام حرم کعبہ شیخ عبداللہ بن سبیل ہمارے ساتھ تھے اس لئے ان کے سوا اور کس کو امامت کا حق ہو سکتا تھا، شاہی مسجد کی تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ اُس کے بام و در امام حرم کعبہ کی خطابت و تلاوت کلام مجید کی دل نواز و روح پرور صداسے گونج رہے تھے، نمازیوں پر جن کی تعداد دس بارہ لاکھ سے یقیناً کم نہ ہوگی اس تصور اور بخت کی یاوری سے عالم وجد طاری ہوگیا، خود میرا حال یہ ہوا کہ

دل میں اک درد اُٹھا آنکھ میں آنسو بھر آئے
بیٹھے بیٹھے ہمیں کیا جانئے کیا یاد آیا

نماز ختم ہو چکی تو جلسۂ عام شروع ہوا، قرآن مجید کی تلاوت کے بعد مولانا کوثر نیازی شمالی یمن کے وزیر اوقاف محمد الصباحی، اور شام اور لبنان کے مفتی شیخ حسن خالد اور شیخ احمد کفتارو نے تقریریں کیں، میں کچھ دیر جلسہ میں بیٹھا۔ پھر اُٹھ کر دیوار قبلہ کی پشت پر ایک بڑا چبوترہ ہے اُس پر متعدد صوفہ سٹ اور کرسیاں بچھی ہوئی تھیں جن پر بہت سے مندوبین پہلے سے موجود تھے، میں یہاں چلا آیا اور سب سے الگ ایک کرسی پر بیٹھ کر اپنے عہد ماضی کے تصورات میں غرق ہو گیا۔

شاہی مسجد اپنے دامن میں تاریخی عظمت کے بہت سے گوہر ہائے گرانمایہ رکھتی ہے اس کی مشرقی دیوار کے نیچے علامہ اقبال کے مقبرہ نے اس مقام کی عظمت میں ا ر بیار چاند لگا دیئے ہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مقبرہ سے متصل ایک پارک ہے جس کی وجہ سے یہ پورا علاقہ حضوری باغ کہلاتا ہے، مجھ کو اس مقام اور اُس کے ماحول سے ایک قسم کا جذباتی لگاؤ ہے کیوں کہ عنفوانِ شباب کی بہت سی یادیں اس سے وابستہ ہیں، ۲۷ء و ۲۸ء کا ذکر ہے کہ میں دیوبند سے فارغ التحصیل ہو چکا تھا اور پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان بھی پاس کر لیا تھا اور اب انگریزی تعلیم کے اورینٹل کالج، لاہور میں داخلہ لیا تھا، اُس وقت تک کالج کا ہوسٹل نہیں بنا تھا اس لئے ہندو، مسلمان اور سکھ سب طلبار اسی حضوری باغ میں بڑے دروازہ کے اوپر دونوں جانب جو بارکیں بنی ہوئی ہیں ان میں بطور ہوسٹل کے رہتے تھے، یہیں نمبر ۶ کے کمرہ میں میں تنہا رہتا تھا، کم و بیش نو مہینے یہاں قیام رہا ہوگا، اس زمانہ میں لاہور علم و فضل اور شعر و ادب کا قرطبہ و بغداد تھا اور پورے ملک میں اس کی عظمت و شہرت کا ڈنکا اس طرح بج رہا تھا کہ دلی، لکھنؤ اور حیدرآباد کی عظمت دیرین کے ترانے مدہم ہو گئے تھے، اکابر علم و فن اور محققین میں علامہ اقبال، علامہ عبداللہ یوسف علی، پروفیسر محمد شفیع، پروفیسر محمد اقبال، حافظ محمود شیرانی، علمار میں مولانا احمد علی، مولانا نجم الدین، مولانا سید طلحہ، ارباب صحافت و ادب میں مولانا ظفر علی خان، غلام رسول مہر، عبدالمجید سالک، سر عبدالقادر، احمد شاہ بخاری، امتیاز علی تاج، اور شعرا میں تاجور نجیب آبادی، اختر شیرانی، حفیظ جالندھری، ترلوک چند محروم، اور محمد دین تاثیر، یہ سب حضرات وہ تھے جو اُس زمانہ میں غیر منقسم ہندوستان کی علمی اور ادبی فضا پر چھائے ہوئے تھے، کسی سے کم، کسی سے زیادہ میل جول اور ملاقات تو سب سے ہی تھی، لیکن علامہ اقبال اور مولانا احمد علی سے سب سے زیادہ استفادہ کیا، ان دونوں حضرات کو اس کا علم تھا کہ حضرت شاہ صاحب (مولانا انور شاہ کشمیری) سے مجھ کو صرف شرف تلمذ ہی حاصل نہیں، بلکہ حضرت مجھ پر شفقت خاص بھی رکھتے ہیں اس بنار پر یہ دونوں بزرگ بھی التفاتِ خاص سے نوازتے، اور مختلف مسائل پر بے تکلف اظہار خیال کرتے تھے اس سے عصری مسائل پر غور کرنے اور دنیا کا رُخ سمجھنے کا ذوق پیدا ہوا، پھر احباب میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ڈاکٹر عبداللہ چغتائی اور ڈاکٹر سید عبداللہ جیسے اہلِ علم وارباب ذوق شامل تھے، ان سے اکثر مجلسیں اور صحبتیں رہتی تھیں، پھر لاہور زندہ دلانِ پنجاب کا وطن تھا اور یہاں زندہ دلی کے تمام سامان موجود تھے، اللہ کا شکر ہے کہ دامن کبھی آلودۂ معصیت نہیں ہوا۔ لیکن مناظرِ فطرت سے لطف اندوز ہونے میں کوتاہی نہیں ہوئی ان وجوہ کی بناء پر لاہور میں میرے تعلقات اس درجہ وسیع تھے اور لاہور اتنا عزیز ہو گیا تھا کہ یہاں سے جانے کے بعد بھی تقسیم سے ایک سال پہلے تک کوئی برس ایسا نہیں ہوا کہ میں گرمیوں کی تعطیلات میں کم از کم دس پندرہ دن کے لئے یہاں نہ آیا ہوں۔

میں عہد گذشتہ کی ان یادوں اور تصورات میں غرق تھا ہی کہ جلسہ ختم ہو گیا، اس کے بعد علامہ اقبال کے مزار پر حاضری اور فاتحہ خوانی کا پروگرام تھا، مگر شاید تاخیر ہو جانے کے باعث وہ ملتوی ہو گیا، اور سب مندوبین یہیں قریب میں ایک اسلامی میوزیم ہے وہاں پہنچ گئے، یہ میوزیم میں نے بھی اب تک نہیں دیکھا تھا، اس لئے جی بھر کر دیکھا، یہاں مسلمانوں کے آرٹ، فنونِ لطیفہ خطاطی، برتن سازی اور پارچہ بافی کے اعلیٰ نمونے اور نوادر اور مخطوطات کا بھی بڑا ذخیرہ موجود تھا، ایک کونہ میں یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ ہمارے دوست خواجہ عبدالرشید کے کلکشن کا بھی ایک حصہ مع اُن کے نام اور فوٹو کے رونقِ میوزیم تھا جو انھوں نے وقف کر دیا تھا، یہیں میوزیم کی طرف سے عصرانہ کا انتظام تھا جو بہت پر تکلف اور شاندار تھا، یہاں یہ بات نوٹ کر لیجئے کہ کانفرنس کے دوران کوئی استقبالیہ، کوئی لنچ اور کوئی ڈنر ایسا نہیں ہوا جو نہایت پر تکلف اور شاندار نہ ہو اس لئے اب میں آئندہ صرف استقبالیہ، لنچ یا ڈنر لکھوں گا اور اُس کو کسی صفت سے موصوف نہ کروں گا۔ میں عادۃً لنچ اور ڈنر کے درمیان چائے کی ایک پیالی کے سوا کچھ نہیں کھاتا، لیکن یہاں چکن پیٹی جو پیسٹری کے اقسام میں مجھے سب سے زیادہ مرغوب ہے اس قدر اعلیٰ قسم کی اور گرم تھی کہ اُس کے تین پیس نوشِ جان کر گیا، اس کے بعد مغرب کے قریب ہم سب ہوٹل واپس آ گئے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان اجتماعات کا ایک بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ کچھ پرانے دوستوں سے ملاقات ہوجاتی ہے اور کچھ نئے لوگوں سے تعارف اور اُن میں سے بعضوں سے دوستی ہوجاتی ہے، حکیم محمد سعید صاحب سے تو ملاقات صبح جب مندوبین اسلام آباد سے آئے تھے اُسی وقت ہوگئی تھی، اُن سے اور اُن کے خاندان سے گھر کے سے اور دیرینہ تعلقات ہیں، مندوبین میں متعدد حضرات میرے پہلے سے جانے پہچانے اور بعض ذاتی دوست بھی ہیں مثلاً ڈربن کے ڈاکٹر صالح مال اور انکی بیگم، جاپان کے عبدالکریم ستو، ایران کے مجتہد زادہ۔ کویت کے شیخ یوسف رفاعی، امریکہ کے پروفیسر منٹگمری واٹ، مصر کے ڈاکٹر عبدالحلیم، محمود شیخ ازہر، وغیرہ وغیرہ۔ مغرب کی نماز کے بعد ان سب حضرات سے ملاقات اور بات چیت ہوئی۔

<u>مولانا کوثر نیازی</u>] مولانا کوثر نیازی سے اب تک ملاقات نہیں ہوئی تھی، اگرچہ اُن کا قیام میرے کمرہ کے سامنے والے کمرہ میں ہی تھا۔ مگر اُن کے کمرہ پر پہرا تھا اس لئے میں نے وہاں جاکر ملنا مناسب نہیں سمجھا، پھر وہ باہر نکلے تو مجمع میں رَل مِل گئے، اور مجمع میں گھس کر کسی سے ملنا میری افتادِ طبع کے خلاف ہے، البتہ یہیں ہوٹل میں پنجاب کے چیف منسٹر یا گورنر کی طرف سے جو ڈنر تھا اُس میں ایک موقع پر میرا آمنا سامنا ہوگیا اور میں نے اُن کو اپنا نام بتایا تو زور سے آخاہ! کہتے ہوئے بغلگیر ہوگئے، مولانا فڈرل گورنمنٹ میں اوقاف اور امور مذہبی کے وزیر ہیں، نہایت ذہین، طباع اور بڑے وجیہ اور فاضل ہیں، انگریزی، عربی اور اردو تینوں زبانوں کی تحریر و تقریر پر قادر ہیں، اب تک ایک درجن سے زائد کتابیں جن کا تعارف آیندہ کرایا جائے گا اُن کے قلم سے نکل کر شائع ہوچکی ہیں اور وہ تینوں زبانوں میں ہیں۔ کانفرنس میں انھوں نے تینوں زبانوں میں تقریریں کیں، اردو زبان کے پرجوش خطیب اور مقرر ہیں اور پنجابی تو ان کی مادری زبان ہے اُس کے تو ہوں گے ہی، مولانا نے، جیسا کہ انھوں نے بیان کیا، میری سب کتابیں پڑھی ہیں اور اُن کے قدردان ہیں، علی الخصوص ایک صحبت میں صدیق اکبر کی بے حد تعریف کی اور فرمایا "میرے نزدیک اسلامی لٹریچر میں اس کتاب کا جواب نہیں" اور یہ فرما کر دعائیں دیں، برہان کا شروع سے بڑے شوق اور پابندی سے مطالعہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرتے ہیں، چنانچہ احمد سعید صاحب ملیح آبادی نے اپنی کتاب "آج کا پاکستان" میں مولانا کوثر نیازی سے انٹرویو کے سلسلہ میں بھی اس کا ذکر کیا ہے، کئی سال کے تعطل کے بعد ہندوستان اور پاکستان میں رسائل و مجلات کی آمد و رفت کا راستہ کھلا تو وزارت کے سکریٹری زاہد ملک صاحب نے مولانا کی طرف سے اڈیٹر برہان کو خط لکھا کہ "اب راستہ کھل گیا ہے، رسالہ جاری کر دیجئے، اور زرِ چندہ بھیجنے کا جب امکان ہوگا اُس وقت بھیج دیا جائے گا، دفتر کی جانب سے جواب گیا کہ رسالہ جاری کیا جا رہا ہے، اب آئندہ یہ آپ کے پاس اعزازی آتا رہے گا آپ چندہ کا خیال نہ کریں" برہان کے ساتھ اس درجہ تعلق کے باعث مولانا کو میرے ساتھ بھی محبت اور اخلاص کا گہرا تعلق ہے جس کا اظہار کانفرنس کے دوران میں اور اُس کے بعد بھی بار بار ہوا، اس وقت ہماری یہ ملاقات پہلی تھی مگر مولانا اس طرح ملے کہ گویا برسوں کے ساتھی اور دوست ہیں، پنجاب کے گورنر اور چیف منسٹر اس وقت ساتھ تھے مولانا نے ان سے میرا تعارف کرایا تو یہی کہہ کر کہ یہ اُس رسالہ کے اڈیٹر ہیں جسے میں بڑے شوق سے پڑھتا ہوں، مولانا علمی اور ادبی کمالات کے ساتھ بڑے خوش اخلاق، شگفتہ طبع اور بذلہ سنج بھی ہیں اور شعر بھی کہتے ہیں، اُن کی نعتیں اور غزلیں قوال گاتے ہیں اور ریڈیو سے نشر ہوتی ہیں۔

باقی

حیات مولانا عبدالحیؒ

مؤلفہ: جناب مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

سابق ناظم ندوۃ العلماء جناب مولانا حکیم عبدالحیؒ حسنی صاحبؒ کے سوانح حیات علمی و دینی کمالات و خدمات کا تذکرہ اور اُن کی عربی و اُردو تصانیف پر تبصرہ آخر میں مولانا کے فرزند اکبر جناب حکیم سید عبدالعلیؒ کے مختصر حالات بیان کئے گئے ہیں۔

کتابت و طباعت معیاری، تقطیع متوسط ۲۰×۲۶، قیمت ۵۰/۱۲ بلا جلد

ندوۃ المصنفین، اُردو بازار، جامع مسجد دہلی

© rasailojaraid.com